رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پیدائش سے آغاز نبوت تک

ولادت مبارکہ آخر کار وہ وقت آپہنچا جس کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذرّیت کے ایک حصہ کو مکّہ کی بے آب وگیاہ وادی میں لاکر بسایا تھا اور جس کے لیے خانۂ کعبہ کی تعمیر کے وقت انہوں نے اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل نے دعا مانگی تھی کہ:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ۔ (البقرہ - ۱۲۹)

اے ہمارے رب، اور تو ان لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایک ایسا رسول اٹھائیو جو انہیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے۔

اس مبارک ساعت کے آنے سے تھوڑی مدت پہلے ابرہہ ۶۰ ہزار فوج لے کر اپنی تقدیر سے لڑنے آیا تھا، مگر وہ ۶۰ ہزار نہیں ۶۰ لاکھ بھی لاتا تو اس کا وہی انجام ہوتا جو ہوا۔ جہاں اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا منصوبہ کام کر رہا ہو کہ اس مقام پر وہ ہستی وجود میں لائی جائے جو دنیا کی تاریخ بدل ڈالنے والی تھی، جو تمام نبوتوں کی آخری اور سب سے بڑی نبوت تھی اور جس کے لیے ڈھائی ہزار برس پہلے سے تیاری کی جا رہی تھی، وہاں کوئی بڑی سے بڑی انسانی طاقت بھی اللہ کی طاقت سے ٹکرا کر پاش پاش ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔

محدثین اور مورخین کا اس بات پر قریب قریب اتفاق ہے کہ اصحاب الفیل کا واقعہ (یعنی مکہ پر ابرہہ کا حملہ) محرم میں پیش آیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ربیع الاول میں ہوئی۔ ولادت پیر کے روز ہوئی تھی، یہ بات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کے سوال پر بیان فرمائی ہے (صحیح مسلم بروایت ابی قتادہ) ربیع الاول کی تاریخ کون سی تھی؟ اس میں اختلاف ہے۔ لیکن ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہؓ بن عباس اور حضرت جابرؓ بن عبداللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے تھے۔ اسی کی تصریح محمد بن اسحاق

نے کی ہے اور جمہور اہل علم میں یہی تاریخ مشہور ہے۔ واقعۂ فیل اور حضورؐ کی پیدائش میں فصل کتنا تھا؟ اس میں بھی اختلاف ہے۔ مگر مشہور ترین قول یہ ہے کہ آپ اس واقعہ کے ۵۰ دن بعد پیدا ہوئے۔ شمسی اور قمری مہینوں اور سالوں کے درمیان مطابقت ایک پیچیدہ مسئلہ ہے اس لیے قطعی طور پر یہ کہنا مشکل ہے کہ پیدائش کا شمسی سال اور مہینہ کونسا تھا۔ عموماً آپ کا سنہ پیدائش ۵۷۰ء یا ۵۷۱ء بیان کیا جاتا ہے۔ سُہَیلی نے روض الانف میں ۲۰ اپریل (نیسان) تاریخ بتائی ہے، مگر سال کا ذکر نہیں کیا۔ کوسّاں دو پرسیفال (CAUSSAN DE PERCEVAL) اپنی کتاب تاریخِ عرب میں ۲۰ اگست ۵۷۰ء تاریخ پیدائش متعین کرتا ہے۔ حِتّی (HITTI) لکھتا ہے کہ آپ ۵۷۱ء یا اس کے لگ بھگ زمانے میں پیدا ہوئے۔ بعض مستشرقین ۲ سال پیچھے جا کر ۵۶۹ء آپ کا سال پیدائش بیان کرتے ہیں۔ ولادتِ مبارکہ کا وقت معتبر روایات میں صبح صادق بیان کیا گیا ہے۔

بشارات اور اسم گرامی معتبر روایات میں آیا ہے کہ زمانۂ حمل میں بی بی آمنہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے محلات تک روشن ہو گئے ہیں۔ ایک اور مرتبہ خواب میں ان سے کہا گیا کہ تمہارے پیٹ میں اس امت کا سردار ہے، جب وہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا۔ ابن سعد نے ایک روایت نقل کی ہے کہ خواب میں آپ کا نام احمد رکھنے کی ہدایت کی گئی تھی۔[۱] ممکن ہے کہ یہ دونوں نام مختلف خوابوں میں بتائے گئے ہوں کیونکہ حضورؐ کے یہ دونوں ہی نام احادیث سے ثابت ہیں۔ بکثرت روایات میں بی بی آمنہ کا یہ بیان بھی نقل ہوا ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے اندر سے ایک نور نکلا ہے جس سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے ہیں۔ بیہقی اور ابن عبدالبرّ نے عثمان بن ابی العاصِ الثقفی کی ماں کا بھی یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضورؐ کی ولادت کے وقت وہ بی بی آمنہ کے پاس موجود تھی، اس وقت جدھر نظر جاتی تھی نور ہی نور نظر آتا تھا۔

پیدائش کے ساتویں روز جناب عبدالمطلب نے آپ کا عقیقہ[۲] کیا اور قریش کے لوگوں کو کھانے کی دعوت دی۔ کھانے کے بعد لوگوں نے پوچھا اے عبدالمطلب! آپ نے اپنے جس بیٹے کے لیے ہماری یہ ضیافت کی ہے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ انھوں نے کہا میں نے اس کا نام محمدؐ رکھا ہے۔ لوگ کہنے لگے آپ نے اپنے خاندان کے دوسرے لوگوں کے ناموں سے مختلف نام کیسے رکھ دیا؟ عبدالمطلب نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آسمان میں

---

[۱] لفظ محمد تو پہلے بھی عرب میں شاذ و نادر بعض لوگوں کا نام تھا مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ پہلے کسی کا نام احمد ہو۔

[۲] یہ عقیقہ بھی بقایائے دینِ ابراہیمی میں سے تھا جو زمانۂ جاہلیت میں بھی اہل عرب کے ہاں رائج رہا۔

اللہ اور زمین میں خلق اس کی تعریف کرے۔

غربت سے زندگی کی ابتدا جناب عبداللہ شادی کے وقت نوجوان ہی تھے اور اپنے کاروبار کی انہوں نے ابتدا ہی کی تھی کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ اس لیے وہ اپنے یتیم بچے اور اپنی بیوہ کے لیے کوئی بڑی دولت چھوڑ کر نہ جا سکے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ انہوں نے پانچ اونٹ، بکریوں کا ایک ریوڑ، اور ایک لونڈی ترکہ میں چھوڑی تھی[۱]۔ لونڈی وہی اُم ایمن رضی اللہ عنہا تھیں جنہوں نے بڑی محبت سے حضورؐ کو پالا۔ ان کا اصل نام برکہ تھا اور حبشی النسل تھیں۔ بعد میں حضورؐ نے ان کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ سے کیا جن سے اُسامہؓ بن زید پیدا ہوئے۔

حیاتِ طیبہ کی اسی غریبانہ زندگی کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے کہ:

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنَىٰ (الضحیٰ-۸) اور اللہ نے تم کو غریب پایا پھر غنی کر دیا

رضاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً چند روز تک ابولہب کی لونڈی ثُوَیبَہ کا دودھ پیا۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ اسی کا دودھ حضرت ابوسلمہؓ (ام المومنین ام سلمہ کے پہلے شوہر) نے بھی پیا تھا۔ ابن سعد اور ابن ہشام کا بیان ہے کہ حضرت حمزہؓ اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ (ام المومنین حضرت زینبؓ) کے بھائی نے بھی اسی کا دودھ پیا تھا، اس لیے یہ حضرات حضورؐ کے رضاعی بھائی تھے۔ اسی خدمت کے صلہ میں حضورؐ جوان ہونے کے بعد ہمیشہ ثُوَیبہ کے ساتھ حسن سلوک فرماتے رہتے تھے اور حضورؐ کی شادی ہونے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اس کی تکریم اور اس کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرتی تھیں۔ پھر حضرت خدیجہ نے چاہا کہ اسے خرید کر آزاد کر دیں۔ مگر ابولہب نے انکار کیا۔ بعد میں اس نے خود ہی اُسے آزاد کر دیا۔ ہجرت کے بعد بھی آپ مدینہ سے اس کے لیے کپڑا اور خرچ بھیجا کرتے تھے۔ ۷ھ میں آپ کو اس کی وفات کی خبر ملی تو آپ نے اس کے بیٹے مسروح کا حال دریافت کیا جس نے آپ کے ساتھ اس کا دودھ پیا تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ بھی مر گیا اور اس کا دنیا میں کوئی باقی نہ رہا۔

حلیمہ سعدیہ شرفائے مکہ کا قاعدہ تھا کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لیے صحرائی علاقوں کے اچھے قبائل میں بھیج دیتے تھے تاکہ عمدہ آب و ہوا میں پرورش پائیں اور خالص عربی سیکھ لیں۔ اس غرض کے لیے باہر کے قبیلوں کی عورتیں وقتاً فوقتاً مکہ آتی تھیں اور سرداروں کے بچے لے جاتی تھیں جن سے ان کو معقول معاوضے ملتے تھے اور بعد میں بھی حسن سلوک کی توقع ہوتی تھی۔ اسی سلسلہ میں حضورؐ کی ولادت کے کچھ مدت بعد بنی سعد بن بکر (قبیلہ

---

[۱] ایک روایت یہ بھی ہے کہ ترکہ میں صرف ایک اونٹ تھا اور ایک لونڈی۔

ہوازن کی ایک شاخ) کی کچھ عورتیں بچے لینے کے لیے مکہ گئیں جن میں حلیمہ بنت ابی ذؤیب بھی اپنے شوہر حارث بن عبداللہ کے ساتھ شامل تھیں۔ ابن ہشام نے حلیمہ کا اپنا بیان نقل کیا ہے کہ ہم بہت خستہ حال تھے۔ ہمارا علاقہ قحط زدہ تھا۔ دوسری عورتوں کی بہ نسبت ہماری حالت زیادہ ہی خراب تھی۔ ہماری گدھی اس قدر کمزور تھی کہ قافلے کے پیچھے رہ جاتی تھی۔ ہماری اونٹنی بھی ذرا دودھ نہ دیتی تھی۔ میری چھاتیوں میں بھی دودھ اتنا کم تھا کہ میرے بچے کا پیٹ نہ بھر سکتا تھا۔ رات بھر روتا رہتا تھا اور ہم بھی نہ سو سکتے تھے۔ مکہ پہنچے تو کوئی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لینے پر راضی نہ ہوئی۔ ہر ایک کہتی تھی کہ یتیم ہے۔ باپ ہوتا تو ہم اس سے کچھ حسن سلوک کی امید رکھتے۔ بیوہ ماں اور دادا سے معلوم نہیں کچھ ملے یا نہ ملے۔ دوسری سب عورتوں نے دوسرے بچے لے لیے اور مجھے کوئی بچہ نہ ملا۔ جب سب واپس چلنے کے لیے تیار ہوئیں تو میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں خالی ہاتھ جانا پسند نہیں کرتی۔ جا کر اُسی یتیم بچے کو لیے لیتی ہوں۔ شوہر نے کہا کیا مضائقہ ہے اگر تو ایسا کرے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ اُسی میں ہمیں برکت دے دے۔ چنانچہ میں گئی اور صرف اِس لیے اُس بچے کو لے لیا کہ کوئی اور بچہ مجھے نہ ملا تھا۔ اپنے پڑاؤ پر پہنچ کر اُس بچے کے منہ میں اپنی چھاتی دی تو اتنا دودھ اترا کہ وہ بھی سیر ہو گیا اور اس کے دودھ شریک بھائی نے بھی (جس کا نام عبداللہ تھا) خوب پیٹ بھر کر پی لیا۔ پھر میرے شوہر نے اونٹنی کا دودھ نچوڑنا شروع کیا تو اس نے اتنا دودھ دیا کہ ہم دونوں اچھی طرح سیر ہو گئے اور رات ہم نے بڑے آرام سے گزاری۔ صبح میرے شوہر نے کہا خدا کی قسم، حلیمہ، تو نے تو بڑا ہی مبارک بچہ لیا ہے۔

حلیمہ کہتی ہیں کہ واپسی کے سفر میں ہماری گدھی کی شان ہی کچھ اور تھی۔ قافلے کے سارے گدھوں کو اس نے پیچھے چھوڑ دیا۔ میری ساتھی عورتیں کہنے لگیں کہ حلیمہ، کیا یہ تیری وہی گدھی ہے جس پر تو ہمارے ساتھ آئی تھی؟ میں نے کہا ہاں۔ وہ بولیں، واللہ، اس کی تو حالت ہی بدلی ہوئی ہے۔ ہم وطن واپس پہنچے تو زمین پر شاید ہی کوئی علاقہ اُس وقت اتنا اُجاڑ ہو جتنا ہمارا تھا۔ مگر میری بکریاں جہاں جاتیں پیٹ بھر کر چارہ کھاتیں اور خوب دودھ دیتیں۔ اس طرح ہم روز بروز اُس بچے کی برکتیں زیادہ ہی دیکھتے رہے۔ دو سال گزرے اور دودھ چھڑانے کا وقت آیا تو وہ بچہ سارے قبیلے کے بچوں سے زیادہ تندرست و توانا تھا اور ایسا لگتا تھا جیسے چار برس کا ہو۔ ہم اسے مکہ اس کی ماں کے پاس واپس لے گئے، مگر ہمارا جی چاہتا تھا کہ وہ ہمارے پاس کچھ مدت اور رہے۔ میں نے اس کی ماں سے کہا کہ میرے اس بیٹے کو میرے پاس ابھی اور رہنے دو تا کہ یہ خوب پل کر تنومند ہو جائے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ مکہ کی خراب آب و ہوا اس کی صحت پر برا اثر نہ ڈالے۔ غرض

میں نے اتنا اصرار کیا کہ وہ اسے پھر میرے ساتھ بھیجنے پر راضی ہوگئیں۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ اس طرح حضورؐ دو سال اور حلیمہ کے ہاں رہے۔ مگر ابن اسحاق کی روایت اس سے مختلف ہے جو ہم آگے نقل کرتے ہیں۔

شق صدر حلیمہ کا بیان ہے کہ واپس آکر ہم ابھی دو تین ہی مہینے رہے تھے کہ ایک روز وہ بچہ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ ہمارے گھروں کے پیچھے ہماری بکریوں میں تھا۔ اتنے میں اس کا بھائی دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ میرے اُس قریشی بھائی کے پاس دو سفید پوش آدمی آئے اور انہوں نے اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ میں اور میرا شوہر دونوں بھاگتے ہوئے گئے تو دیکھا کہ وہ بچہ کھڑا ہوا ہے اور اس کا رنگ فق ہے۔ اس کے باپ نے اسے لپٹا لیا اور پوچھا بیٹا تجھے کیا ہو گیا؟ اس نے کہا دو آدمی سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے، مجھے لٹا کر میرا پیٹ چاک کیا اور اس میں سے کوئی چیز نکال کر پھینک دی اور پیٹ کو پھر ویسا ہی کر دیا جیسا وہ تھا (دوسری روایت میں یہ ہے کہ وہ میرے پیٹ میں کوئی چیز تلاش کرتے رہے، معلوم نہیں وہ کیا چیز تھی)[۵]۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ ہم اسے گھر واپس لائے تو میرے شوہر نے کہا، حلیمہ مجھے ڈر ہے کہ اس بچے کو کچھ ہو نہ جائے، بہتر یہی ہے کہ اسے اس کے گھر پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ ہم اسے اس کی ماں کے پاس مکہ لے گئے۔ انہوں نے کہا "انّا، تم کیسے اس کو واپس لے آئیں، تم تو اسے اپنے پاس رکھنے کے لیے بڑی حریص تھیں"۔ میں نے کہا "اللہ نے اب بچے کو خوب پال کر بڑا کر دیا ہے اور میری جو ذمہ داری تھی وہ میں نے پوری کر دی ہے۔ اب مجھے اندیشہ ہے کہ اسے کچھ حوادث پیش نہ آجائیں"۔ بی بی آمنہ نے کہا "اصل بات کیا ہے، مجھے ٹھیک ٹھیک بتاؤ"۔ حلیمہ نے ان کے اصرار پر سارا ماجرا بیان کر دیا۔ انہوں نے کہا کیا تمہیں اس بچے کے معاملہ شیطان کا خوف ہے؟ حلیمہ نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا "خدا کی قسم شیطان کے لیے اس پر کوئی راہ نہیں، میرے اس بچے کی بڑی شان ہے"۔ پھر بی بی آمنہ نے حلیمہ کو زمانۂ حمل کے واقعات اور پیدائش کے وقت کے حالات بتائے۔

بچپن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس قیام صحراء کی وجہ سے آپ کی عربی زبان نہایت فصیح ہو گئی تھی، کیونکہ آپ قریشی تھے اور بنی سعد میں آپ نے بچپن گزارا تھا جن کی زبان ٹھیٹھ عربی تھی۔ اسی بناء

---

[۵] واضح رہے کہ یہ شقِ صدر کا واقعہ اَسرارِ الٰہی میں سے ہے جس کی کُنہ کو انسان نہیں پہنچ سکتا۔ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ایسے عجیب واقعات بے شمار پیش آئے ہیں جن کی کوئی توجیہ نہیں کی جا سکتی۔ لیکن توجیہ کا ممکن نہ ہونا اس کے لیے کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ ان کا انکار کر دیا جائے۔

پر آپ فرمایا کرتے تھے:

انا اعربکم، انا قرشی واسترضعت فی بنی سعد بن بکر۔	میں تم میں سب سے زیادہ عربی داں ہوں، میں قریشی ہوں اور بنی سعد بن بکر میں میری رضاعت کا زمانہ گزرا ہے۔

حلیمہ کے ساتھ بھی ثُوَیبہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نہایت محبت اور احسان کا برتاؤ فرماتے رہے۔ حضرت خدیجہؓ سے حضورؐ کی شادی ہونے کے بعد ایک مرتبہ وہ آئیں اور انہوں نے شکایت کی کہ ہمارے علاقہ میں سخت قحط ہے اور مویشی مر گئے ہیں۔ آپ نے ان کو ۴۰ بکریاں اور سامان سے لدا ہوا ایک اونٹ مرحمت فرمایا۔ ابن سعد نے محمد بن مُنکدِرؒ کی روایت نقل کی ہے کہ ایک عورت نے حضورؐ کے پاس حاضر ہونے کی اجازت مانگی جس نے بچپن میں آپ کو دودھ پلایا تھا۔ وہ آئی تو آپ میری ماں، میری ماں کہتے ہوئے اٹھے اور اپنی چادر بچھا کر اسے بٹھایا۔ غزوۂ ہوازن کے موقع پر جو لوگ قید ہو کر آئے تھے ان میں حلیمہ کی وہ لڑکی شیماء بھی شامل تھی جو بچپن میں حضورؐ کو گود میں لیے پھرتی تھی۔ آپ نے اسے پہچان لیا، بہت مہربانی کے ساتھ اس سے پیش آئے اور عزت کے ساتھ اس کے خاندان والوں کے پاس بھیج دیا۔ ہوازن کے وفد نے جب آپ سے رحم کی درخواست کی اور کہا کہ ان قیدیوں میں آپ کی خالائیں بھی ہیں، آپ کی انائیں بھی ہیں جنہوں نے بچپن میں آپ کو گود میں کھلایا ہے تو آپ نے فرمایا جو میرا اور بنی عبدالمطلب کا حصہ ہے وہ میں نے چھوڑا۔ انصار نے کہا جو ہمارا حصہ ہے وہ ہم نے اللہ اور رسول کے لیے چھوڑ دیا۔ اس طرح ۶ ہزار قیدی رہا کر دیے گئے اور جو مال ان کو واپس دیا گیا اس کی قیمت ۵۰ کروڑ درہم تھی۔ حضورؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی اس خاندان کا خاص لحاظ رکھتے اور اس سے حسن سلوک اور تکریم کے ساتھ پیش آتے رہے۔

والدہ ماجدہ کا انتقال ابن سعد اور ابن اسحاق کا بیان ہے کہ آپؐ ۶ سال کے تھے، اور ابن حزم اور ابن القیم کا بیان ہے کہ ابھی آپ کا ساتواں سال پورا نہ ہوا تھا کہ بی بی آمنہ آپ کی پردادی (جناب عبدالمطلب کی والدہ) کے خاندان بنی عدی بن نجار سے ملانے کے لیے آپ کو اُمِّ اَیمن کے ساتھ مدینے گئیں اور ایک مہینہ وہاں رہیں۔ انہوں نے وہ مکان آپ کو دکھایا جہاں آپ کے والد جناب عبداللہ کا انتقال ہوا تھا۔ وہ جگہ دکھائی جہاں وہ مدفون تھے۔ اس سفر کے واقعات آپ کو بعد میں اچھی طرح یاد رہے۔ ہجرت کے بعد جب آپؐ مدینہ تشریف لے گئے تو آپ اپنے اصحاب کو اس پہلے سفر مدینہ کے حالات سناتے تھے جو آپ نے اس چھوٹی عمر میں اپنی والدہ ماجدہ

کے ساتھ کیا تھا۔ بنی عدی بن نجار کی گڑھی کو دیکھ کر آپ فوراً اسے پہچان گئے۔ فرمایا یہاں میں انصار کی ایک لڑکی اُنیسہ کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور اپنے دادا کی ننھیال کے لڑکوں کے ساتھ یہاں اترنے والے پرندوں کو اڑایا کرتا تھا۔ دارالنابغہ کو دیکھ کر فرمایا یہاں میں اپنی والدہ کے ساتھ اُترا تھا اور اسی گھر میں میرے والد کی قبر ہے۔ میں نے بنی عدی بن نجار کے کنویں میں تیراکی کی خوب مشق کر لی تھی۔

اس کے بعد جب آپ کی والدہ صاحبہ آپ کو لے کر مکہ روانہ ہوئیں تو اَبواء کے مقام پر ان کا انتقال ہو گیا اور وہیں وہ دفن ہوئیں۔ اُم اَیمن حضورؐ کو لے کر مکہ واپس پہنچیں۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ حضورؐ کو وہ جگہ بھی یاد تھی جہاں آپ کی والدہ دفن ہوئی تھیں۔ چنانچہ عمرۂ حُدیبیہ کے موقع پر جب آپ اَبواء پر سے گزرے تو فرمایا:

ان اللہ قد اذن لمحمدٍ فی زیارة قبر امہ — اللہ نے محمدؐ کو اپنی ماں کی قبر پر جانے کی اجازت دیدی ہے۔

پھر آپ وہاں تشریف لے گئے، قبر کو درست کیا اور بے اختیار رو دیے۔ آپ کو دیکھ کر مسلمان بھی رونے لگے۔ عرض کیا گیا کہ آپ تو رونے سے منع فرماتے ہیں۔ فرمایا:

ادرکتنی رحمتہا فبکیت۔ — اُن کی مامتا مجھے یاد آگئی اور میں رو دیا۔

اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر حضورؐ کے تشریف لے جانے اور آپ کے اوپر رقت طاری ہونے کا ذکر متعدد احادیث میں بھی آیا ہے جو مُسند احمد، مسلم، بیہقی اور طبقات ابن سعد میں حضرت بُریدہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہوئی ہیں۔

جناب عبدالمطلب کی کفالت میں

بی بی آمنہ کے بعد حضورؐ کے دادا جناب عبدالمطلب نے آپ کو اپنے ساتھ رکھا اور اپنی تمام اولاد سے بڑھ کر آپ کو چاہا۔ وہ آپ کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اپنے قریب بٹھاتے تھے۔ آپ جس وقت چاہتے ان کے پاس چلے جاتے تھے خواہ وہ تخلیہ میں ہوں یا سوتے ہوئے ہوں، حالانکہ ان کی دوسری اولاد ان کی ہیبت کی وجہ سے یہ جرأت نہ کر سکتی تھی۔ وہ اُس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے جب تک آپ اس میں شریک نہ ہوں۔ کعبہ کی دیوار کے سایہ میں ان کے لیے ایک فرش بچھایا جاتا تھا جس پر ان کے ادب کی وجہ سے ان کی اولاد میں سے کوئی نہ بیٹھتا تھا بلکہ سب اس کے اردگرد بیٹھا کرتے تھے۔ مگر حضورؐ جو اس وقت ایک خوب تنومند لڑکے تھے آکر سیدھے اُسی فرش پر بیٹھ جاتے تھے۔ آپ کے چچا آپ کو ہٹانا چاہتے تو عبدالمطلب کہتے "میرے بیٹے کو چھوڑ دو، خدا کی قسم اس کی شان ہی کچھ اور ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ یہ ایسے

بلند مرتبے پر پہنچے گا جس پر اس سے پہلے کوئی عرب نہیں پہنچا"۔ (بعض روایات میں ہے کہ عبدالمطلب کہتے اس کا مزاج شاہانہ ہے)، پھر وہ آپ کو اپنے پاس بٹھا کر آپ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے اور آپ کی حرکات و سکنات دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ بعض قیافہ شناسوں نے عبدالمطلب سے کہا تھا کہ مقام ابراہیم پر قدم کا جو نشان ہے اس بچے کا قدم اُس سے بہت مشابہ ہے۔

لیکن دادا کی یہ شفقت بھی حضورؐ کو زیادہ دیر تک حاصل نہ رہی۔ آپ آٹھ سال کے تھے کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ ابن سعد اور حافظ سخاوی نے اُمّ اَیمن کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب ان کا انتقال ہو رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سرہانے کھڑے رو رہے ہیں۔ بعد کے زمانے میں جب حضورؐ سے پوچھا گیا کیا آپ کو اپنے دادا صاحب کی وفات یاد ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں، میں اس وقت آٹھ برس کا تھا۔

جناب ابو طالب کی کفالت میں عبدالمطلب کی وفات کے بعد بعض روایات کی رو سے اُن کی وصیت کے مطابق، اور بعض دوسری روایات کے مطابق بطور خود ابو طالب نے حضورؐ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ ان کا اصل نام عبد مناف تھا، مگر اپنے بڑے بیٹے طالب کی وجہ سے ان کی کنیت ابو طالب اتنی مشہور ہوئی کہ اصل نام اس کے نیچے دب گیا۔ یہ لڑکا حضورؐ کا تقریباً ہم عمر تھا اور اس کو حضورؐ سے بے انتہا محبت تھی۔ جنگ بدر میں جب قریش کے لوگ بنی ہاشم کو مجبور کر کے لڑنے کے لیے لے گئے تو ان میں طالب بھی تھا، لیکن اس نے جنگ میں کوئی حصہ نہ لیا اور بعد میں نہ مقتولوں میں اس کا کہیں پتہ چلا نہ زخمیوں میں، اور نہ وہ مکہ واپس پہنچا۔ پھر کبھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں چلا گیا۔

ابو طالب حضورؐ کے حقیقی چچا تھے۔ انھوں نے آپ کو خود اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر عزیز رکھا۔ اپنے پاس سُلاتے تھے۔ جہاں جاتے ساتھ لے جاتے تھے۔ کھانے کے وقت کوشش کرتے تھے کہ پہلے آپ آکر شریک ہوں تب دوسرے کھانا شروع کریں۔ واقدی نے مختلف سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ابو طالب کے اہل و عیال اگر حضورؐ کے بغیر کھانا کھاتے، خواہ الگ الگ کھائیں یا مل کر، کسی کا پیٹ نہ بھرتا۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ کھاتے تو سب کا پیٹ بھر کر بھی کھانا بچ رہتا۔ آپ کی یہ برکت دیکھ کر ابو طالب نے قاعدہ بنا لیا کہ جب سب کھانے کے لیے بیٹھتے تو وہ کہتے کہ ٹھیر جاؤ جب تک میرا بیٹا نہ آجائے۔ پھر جب حضورؐ آجاتے تو کھانا شروع کیا جاتا، اور ابو طالب کہتے کہ بیٹے تم بڑے مبارک ہو۔ کھانے پر حسب قاعدہ جب بچے چھین جھپٹ کرنے لگتے تھے تو حضورؐ ہاتھ روک کر بیٹھ جاتے۔ ابو طالب

یہ حال دیکھ کر آپ کے لیے الگ کھانا نکال کر دینے لگے۔ ابو طالب کے لیے الگ مسند بچھائی جاتی تھی جس پر کوئی اور نہ بیٹھتا تھا، مگر حضورؐ ان کے ساتھ ہی جا کر بیٹھا کرتے تھے۔ اس پر ابو طالب کہا کرتے کہ "ربیعہ کے خدا کی قسم، میرے اس بھتیجے پر سرداری سجتی ہے۔"

حضورؐ کا بکریاں چرانا

غالباً یہ اسی دور کا واقعہ ہوگا کہ آپ نے چچا کی کمزور مالی حالت اور کثیر العیالی کو دیکھ کر خود بھی کچھ کمانے کی فکر کی ہوگی۔ بچپن میں جب آپ اپنی رضاعی والدہ کے ہاں تھے تو اپنے دودھ شریک بھائی بہنوں کے ساتھ ان کے گھر کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ یہی کام ہوش سنبھال کر آپ نے مکہ میں اُجرت پر کرنا شروع کر دیا۔ حدیث میں عُبَید بن عُمَیر کی روایت ہے کہ حضورؐ نے ایک دفعہ فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا کیا آپ نے بھی چرائی ہیں؟ فرمایا ہاں۔ دوسری روایت بخاری کتاب الاجارہ میں حضرت ابوہریرہؓ کی ہے جس میں اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے آپؐ نے فرمایا میں اہلِ مکہ کی بکریاں کچھ قراریط کے بدلے چرایا کرتا تھا (قراریط قیراط کی جمع ہے جو ایک دینار کے دسویں یا بیسویں حصے کو کہتے تھے)۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیلو کے درختوں میں سے گزرے تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کے جو پھل سیاہ ہو گئے ہوں وہ توڑو کیونکہ جب میں بکریاں چراتا تھا اُس زمانے میں یہی پھل توڑا کرتا تھا۔ (ابن سعد، طبع لندن، ص ۷۹-۸۰)

ابتدائے عمر سے آپ کی غیر معمولی شخصیت کا اظہار

اوپر حضورؐ کی پیدائش کے وقت سے ۱۰-۱۲ برس کی عمر تک کے جو واقعات بیان کیے گئے ہیں ان سے یہ اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ بچپن ہی سے جن لوگوں کو آپ سے سابقہ پیش آ رہا تھا اُن کے ذہن پر یہ نقش ثبت ہوتا چلا گیا تھا کہ یہ کوئی غیر معمولی شخصیت ہے جو ان کے درمیان پیدا ہوئی ہے۔ صرف یہی نہیں کہ آپ کی ذات سے عجیب عجیب برکات کا ظہور ہو رہا تھا، بلکہ آپ کی عادات و خصائل عام بچوں سے بالکل مختلف تھیں، اور آپ کے بشرے سے بھی آپ کی شخصیت کا غیر معمولی پن نمایاں ہو رہا تھا۔

بیہقی اور ابن جریر نے حضرت علی کی روایت نقل کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میرے اندر دو مرتبہ سے زیادہ کبھی اُن کاموں سے دلچسپی پیدا نہیں ہوئی جو اہل جاہلیت کیا کرتے تھے، اور دونوں مرتبہ اللہ عزوجل نے مجھے ان سے محفوظ رکھا اور اس کے بعد پھر میرے دل میں ان کا خیال تک نہ آیا۔ ایک روز میں نے اُس لڑکے سے جو میرے ساتھ بکریاں چرایا کرتا تھا، کہا کہ تو ذرا میری بکریوں کی دیکھ بھال کرتا کہ میں مکہ میں جا کر رات کی اُن دلچسپیوں

میں حصہ لوں جن میں دوسرے لڑکے حصہ لیتے ہیں۔ وہ راضی ہو گیا۔ چنانچہ میں شہر کی طرف چلا اور میں نے پہلے ہی گھر میں گانے بجانے کی آوازیں سنیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ فلاں اور فلاں کی شادی ہے۔ میں بیٹھ گیا اور یکایک مجھے نیند آ گئی یہاں تک کہ دن نکل آیا اور سورج کی گرمی سے میری آنکھ کھلی۔ میں واپس گیا تو میرے ساتھی نے حال پوچھا۔ میں نے اسے ماجرا سنا دیا۔ دوسری رات میں نے اپنے ساتھی سے پھر وہی بات کہی اور اس نے مان لی۔ میں مکہ میں داخل ہوا تو وہی گانا بجانا پھر ہو رہا تھا۔ میں یہ تماشا دیکھنے کے لیے بیٹھا ہی تھا کہ پھر سو گیا اور دن نکلنے تک سویا رہا۔ واپس جا کر میں نے اپنے ساتھی کو بتا دیا کہ آج بھی میں کچھ نہ دیکھ سکا۔ اس کے بعد میرے اندر اس طرح کی کسی چیز کی طرف میلان ہی پیدا نہ ہوا۔

ابن سعد نے امّ ایمنؓ کی روایت نقل کی ہے کہ بُوانہ ایک بُت تھا جس کی زیارت کے لیے قریش کے لوگ جایا کرتے تھے، وہاں نذریں اور نیازیں چڑھاتے تھے، پورے ایک دن اس کے استھان میں اعتکاف کیا جاتا تھا اور پھر قربانی کر کے سر منڈوائے جاتے تھے۔ ابو طالب بھی اس طریقہ کے مطابق اپنے خاندان کے ساتھ وہاں جایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جو اُس وقت ایک نوخیز لڑکے تھے، آپ سے بھی کہا جاتا تھا کہ آپ سب کے ساتھ چلیں۔ مگر ہر سال یہی جھگڑا ہوتا تھا کہ آپ ساتھ جانے سے انکار کر دیتے اور اس پر آپ کے چچا اور پھوپھیاں سخت ناراض ہوتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپؐ گھر کے بڑوں کی اس ملامت اور فضیحتے سے تنگ آ کر اس تہوار کے موقع پر چلے گئے اور بڑی دیر تک کہیں غائب رہے حتیٰ کہ سب گھر والے آپ کے لیے پریشان ہو گئے۔ واپس آئے تو سخت خوف زدہ تھے اور چہرے کا رنگ فق تھا۔ پھوپھیاں آپ کو دیکھ کر لپکیں اور پوچھا، بچے تجھے یہ کیا ہو گیا؟ آپ نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہ مجھے کچھ ہو نہ جائے۔ پھوپھیوں نے کہا "اللہ تجھے کبھی شیطان کے شر میں مبتلا نہ کرے گا جب کہ تیرے اندر ایسی اور ایسی خوبیاں ہیں"۔ آپ نے کہا جب کبھی میں اس بت خانے میں کسی بت کی طرف جاتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی گورے رنگ کا لمبا تڑنگا آدمی کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ "اے محمدؐ، دور رہو، اسے مت چھونا"۔ امّ ایمن کہتی ہیں کہ اس کے بعد آپ کبھی اس تہوار میں نہیں گئے۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ مکہ میں قبیلۂ لہب (آزد شَنُوءَۃ کی ایک شاخ) سے تعلق رکھنے والا ایک ماہرِ علمِ قیافہ آیا اور قریش کے بہت سے لوگ اپنے اپنے لڑکوں کو اس کے پاس لے گئے تاکہ وہ ان کے قیافے سے ان کے متعلق کچھ بتائے۔ ابو طالب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے لڑکوں کے ساتھ لے گئے۔

اس نے آپ کو دیکھا اور پھر کسی اور طرف مشغول ہو گیا۔ اُدھر سے فارغ ہو کر اس نے کہا اُس لڑکے کو لاؤ جسے ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے دیکھا تھا۔ ابوطالب نے جب دیکھا کہ وہ آپؐ کو دیکھنے کے لیے بڑی بے تابی کا اظہار کر رہا ہے تو انہوں نے آپؐ کو غائب کر دیا۔ اس نے کہا اسے میرے پاس لاؤ، خدا کی قسم وہ بہت بڑا آدمی بننے والا ہے۔

محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک روز قریش کے لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے میں بھی پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا اور سب لڑکوں نے پتھر اٹھانے کے لیے اپنی اپنی ازار (تہمت) اٹھا کر گلے میں باندھ رکھی تھی جس سے سب ننگے ہو جاتے تھے۔ میں نے جو ایسا کیا تو یکایک مجھ پر ایک زور کا گھونسا پڑا اور مجھ سے کسی نے کہا کہ ''اپنی ازار باندھو'' چنانچہ میں نے اپنی ازار باندھ لی۔ اس طرح لڑکپن ہی میں آپ کو عریانی سے روک دیا گیا۔ اسی سے ملتی جلتی صورت اُس وقت پیش آئی جب ۳۵ عام الفیل میں (جبکہ حضورؐ ۳۵ سال کے تھے اور آپ کے نبوت پر سرفراز ہونے میں ابھی پانچ سال باقی تھے) قریش نے از سر نو کعبہ کی تعمیر شروع کی۔ اس موقع پر بھی قریش کے سب لوگ اپنی اپنی ازاریں گلے میں باندھے پتھر ڈھو ڈھو کر لا رہے تھے اور بڑے چھوٹے کسی کو برہنگی کا احساس تک نہ تھا۔ حضرت عباسؓ نے حضورؐ سے کہا آپ بھی ایسا کریں۔ مگر آپ نے ایسا کیا ہی تھا کہ آپ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے اور نظریں آسمان پر جم گئیں۔ پھر آپ نے فرمایا ''میری ازار'' چنانچہ وہ باندھ دی گئی تب آپ اٹھے۔ یہ واقعہ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے صحیحین میں نقل ہوا ہے۔

(باقی)